

(حضرت العلامة مولانا فاضل محمد گوندوی رحمہ اللہ)

قسط نمبر ۱۵

دواۓ حدیث

آٹھواں
باب

ایک اسلام

صحیح بخاری پر
ایک نظر

”اس میں کام نہیں کہ امام بخاریؒ (وفات ۲۵۵ھ) نے صحیح احادیث کی تلاش میں لمبے لمبے سفر کئے، ہر حدیث کو پرکھنے کے لئے تمام امکانی وسائل اختیار فرمائے، استمار کئے، کعبہ میں جا کر دعائیں مانگیں کہ اسے اللہ مجھے صحیح و غلط میں امتیاز کی توفیق عطا فرما۔ رابرین کا کھوج لگایا، ہر قابل ذکر محدث سے مشورہ کیا اور سالہا سال کی مسلسل جستجو و نگاہوں کے بعد اپنا مجموعہ تیار کیا۔ لیکن اس قدر محنت و احتیاط کے باوجود اس مجموعہ میں چند ایسی احادیث موجود ہیں جو یا تو تعلیم قرآن سے متصادم ہوتی ہیں یا آپس میں ٹکراتی ہیں یا مسلمانوں کو بیکار، اپنا بچ اور بے عمل بناتی ہیں اور یا ان سے حضور علیہ السلام اور ان کی ازواج مطہرات کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ ان حالات میں ہمارے لئے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ یا تو ہم صحیح بخاری کے ہر لفظ کی حفاظت کریں اور قرآن و رسول پر جو گزرتی ہے، گزرنے دیں اور یا قرآن کو مقدم رکھتے ہوئے صرف ان احادیث کو قابل اعتنا سمجھیں جو عیوب بالا سے پاک ہوں۔ ہم بخاری کی محنت و تلاش کی داد دیتے ہیں، اور

انہیں سجدہ قابل احترام سمجھتے ہیں، لیکن کیا کریں کہ حضور پر نور کی ذات والاصفات سے ہمیں اس قدر عقیدت و محبت ہے کہ ہم ان کی شان میں کوئی ہلکی سی جسارت بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

امام بخاری کی زیادہ تر نظر اسناد پر رہی۔ انہیں جس حدیث کے وضعی ہونے پر کوئی شہادت نہ مل سکی، اسے اپنے مجموعہ میں شامل کر لیا۔ لیکن صفحہ گزشتہ میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ احادیث کا کیا حال ہو چکا تھا، راویوں کے حالات کس بے احتیاطی سے قلب بند کئے گئے۔

رسول اکرم ﷺ نبی تئیس برس زندہ رہے، اس لمبی مدت میں یقیناً آپ نے قرآن کے علاوہ بھی کوئی ارشاد فرمایا ہوگا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چودہ لاکھ حدیث کے طومار پریشاں میں سے کوئی اقوال رسول کیسے ڈھونڈے۔۔۔ اس کے بعد بخاری پر ایک ناقذانہ نظر ڈالتے ہیں۔

قبلے اس کے کہ ہم ان کے اعتراضات نقل کر کے جواب دیں، مناسب معلوم ہوتا ہے ان کی اس تحریر کے قابل اعتراض پہلو کی طرف توجہ دلائیں۔

اول جو آپ نے یہ لکھا ہے کہ ”امام بخاری کی نظر زیادہ تر اسناد پر تھی“ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جو حضور والاصفات صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کا مواد جمع کرے یا آپ کی ازواج مطہرات کی شان میں کوئی ایسی بات لکھے جس سے ان کی توہین کا پہلو نکلتا ہو۔ یا مسلمانوں کو اپنا ج بنانے کیلئے اپنی عمر گراں مایہ کو خرچ کرے یا قرآن کے خلاف حدیثیں جمع کرنا شروع کرے یا عقل کے خلاف باتیں لکھ کر اپنے مذہب کو کمزور بنائے۔ یہ کام تو زندیقوں کا ہے یا ان لوگوں کا جو عقل و علم میں بہت کم مقام رکھتے ہوں۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک شخص، اپنی عقل کے موافق ایک حدیث کو قرآن کی مخالفت یا دوسرے عیوب سے مبرا سمجھے اور دوسرا اس کے خلاف ہو۔ مگر کسی قابل احترام ہستی کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ دیدہ دانستہ ایسا کرتا ہے یا احادیث جمع کرنے میں اس قدر لاپرواہی کا شکار ہوتا ہے کہ رسول اور آپ کی ازواج مطہرات کا احترام یا قرآن کی مخالفت و موافقت بھی اس کیلئے بے معنی ہو کر رہ جائے یا وجود اس کے کہ وہ کعبہ میں جا کر خدا سے صبح و غلط میں اتیناز کی توفیق کی دعا میں مانگتا ہو، اس کے لئے دود دراز کے لمبے سفر کرتا ہو، راویوں کے کھوج لگاتا، استخارے کرتا اور سالہا سال عمر عزیز

کئے، اس جستجو و تنگاپوں میں صرف کر ڈالتا ہو کہ اس کے مجموعہ میں کوئی غلط بات شامل نہ ہو جائے، پس مذکورہ اعتراضات کے دو ہی مقام ہیں کہ یا تو اعتراضات غلط ہیں یا جس کی جمع کردہ احادیث پر اعتراض ہے وہ کوئی عقلمند شخص نہیں اور اس دوسری بات کو تسلیم کرتے کے لئے دوسرے تو الگ رہے شاید معترف ہی تیار نہ ہو۔

دوم، آپ نے یہ جو لکھا ہے کہ "احادیث کا کیا حال ہوا، یا راویوں کے حالات کسی بے احتیاطی سے تقلبند کئے گئے" واقعہ کے خلاف ہے اور اس امر کی دلیل ہے کہ واقعات کا گہری نظر سے جائزہ نہیں لیا گیا۔

سوم، یہ کہا ہے کہ "چودہ لاکھ حدیثوں کے طومار پریشانی میں سے اقوال رسول کو کون ڈھونڈے، بالکل لغو ہے کیونکہ محدثین نے اقوال رسول کو حسن و صحت کے ساتھ جمع کر کے آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اور امت نے ان کی خدمت کو قبول کیا اور ان کے ساتھ موافقت کی ہے، اس لئے اب آپ کو سردردی کی ضرورت نہیں۔

اب ان کے اعتراضات سنئے :

ایک پیشینگوئی :

۶۲۰ھ کا واقعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر و پر دیز شاہ ایران (۶۵۰ھ - ۶۲۵ھ) اور ہرقل قیصر روم (۶۱۰ھ - ۶۳۱ھ) کی طرف خطوط بھیجے اور انہیں اسلام کی دعوت دی۔ ہرقل نے قاصد رسول کی بڑی تعظیم کی، لیکن کسریٰ شاہ ایران نے خط پھاڑ دیا اور قاصد کو ڈانٹ ڈپٹ کر دربار سے نکال دیا۔ جب حضور کو اس سلوک کی اطلاع ملی تو آپ نے ایک پیش گوئی کی۔ قیصر کے حسن سلوک اور کسریٰ کی یہ تمیزی کا تقاضا تو یہ تھا کہ حضور صرف نسل کسریٰ کے خاتمہ کی پیشینگوئی فرماتے اور ہرقل کے لئے اسی طرح محبت کا اظہار کرتے جس طرح وہ نجاشی سے کیا کرتے تھے۔ لیکن جو پیشینگوئی بنجارا میں موجود ہے وہ ہماری اس تمنا کو پورا نہیں کرتی۔

"عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا هلك کسریٰ فلا

کسریٰ بعدہ واذا هلك قیصو فلا قیصو بعدہ" (بخاری)

ابو ہریرہؓ نبی کریم صلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، کسریٰ کے تباہ ہونے کے بعد کوئی کسریٰ نہیں اور قیصر کے ہلاک ہونے کے بعد کوئی قیصر نہیں۔

... کسریٰ کے متعلق یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ آنحضرتؐ کی رحلت کے صرف دس برس بعد ۳۲ء میں جنگ نہاد نے ساسانی خاندان کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیا۔ کچھ عرصہ بعد آخری کسریٰ (یزدگرد) قتل ہو گیا اور اس کے بعد آج تک کوئی کسریٰ پیدا نہ ہوا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ قیصر کے متعلق بھی یہ پیشگوئی اسی طرح پوری ہوتی لیکن اسے کاش کہ ایسا نہ ہوا۔ . . . بلکہ یہ خاندان اس پیشگوئی کے بعد آٹھ سو تیس برس تک زندہ رہے۔ (دو اسلام ص ۹)

اس عبارت کی چند باتیں قابل غور ہیں:

۱۔ اس پیشگوئی کا مقابلہ کسریٰ اور قیصر کے اس سلوک سے کیا گیا ہے، جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فائدہ سے کیا۔ سلوک چونکہ مختلف تھا، پیش گوئی بھی مختلف ہونی چاہیے۔

۲۔ قیصر سے مراد وہ نسل بادشاہ ہے جس کا سلسلہ ۳۳ء سے شروع ہوتا ہے اور جو ۱۲۵۳ء تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ سلطان محمد ثانی (۱۵۱۷ء - ۱۵۶۷ء) فاتح قسطنطنیہ نے اس سلسلہ کو ۱۲۵۳ء میں ختم کیا۔

پہلی بات کے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ پیشگوئی کسریٰ اور قیصر کے اس سلوک کے جواب میں نہیں کی گئی جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔ بلکہ آنحضرتؐ نے کسریٰ کے لئے بددعا کی اور قیصر کے لئے ان کے بقا کی خبر دی۔ فتح الہامی میں ہے:

”کتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ و قیصر و اما کسریٰ فلما قرأ الکتاب من قرء و اما قیصر فلما قرأ الکتاب طواہ شعور فعدہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما حقولہم فی جزون و اما حقولہم لا یرفعون لہم بقینہ و یؤیدہ ما رافی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما جاءہ جواب کسریٰ قال مرق اللہ ملکہ و لما جاءہ جواب قیصر قال ثبت اللہ ملکہ“ (ص ۳۳ - ۳۵)

”کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کو خط لکھا تو کسریٰ نے

خط مچاڑ دیا اور قیصر نے پیٹ کر اس کو اٹھا رکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ لوگ چیر دیئے جائیں گے اور یہ لوگ باقی رہیں گے۔
اس کی تائید ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسریٰ کا جواب پہنچا تو آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو پارہ پارہ کرے اور جب ہرقل کا جواب آیا تو فرمایا، اللہ تعالیٰ اس کا ملک ثابت رکھے۔

اور یہ پیشین گوئی ایک مستقل شے ہے۔ اس کا آپ کے نامہ مبارک سے اور اس کے جواب سے کوئی تعلق نہیں۔ قیصر کا لفظ حدیث میں عرب کے عرف پر ہے۔ عرب ہرقل کا اطلاق شام کے بادشاہ پر کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پیش گوئی سے یہ مطلب تھا کہ اس قیصر کے مرنے کے بعد شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگا اور یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ الحمد للہ! یہ اعتراض جو آپ نے کیا، شراح حدیث نے بھی کیا ہے اور اس کا جواب بھی دیا ہے چنانچہ فتح الباری میں ہے:

”وقد استشكل هذا مع بقاء مملكة الفرس لان آخرهم قتل في من عثمان واستشكل ايضا مع بقاء مملكة الروم واجيب على ذلك باي المراد لا يقى كسرى بالعراق ولا قيصر بالشام وهذا منقول عن الشافعي وسبب الحديث ان قريش كانوا يأتون الشام والعراق تجارا فلما استسلموا جافوا القطائع سفرهم اليهما لدخولهم في الاسلام فقال النبي صلى الله عليه وسلم ذلك تطيبا لقلوبهم وتشيدا لهم بان ملكهما سبى ولعن لا تليمن المذكورين“
(فتح الباری ص ۳۳)

اس میں ایک اشکال ہے کہ فارس کی حکومت حضرت عثمان کے زمانہ تک باقی رہی اور رومیوں کی سلطنت بھی مدت تک قائم رہی۔ امام شافعی نے یہ جواب دیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عراق میں کسریٰ اور شام میں قیصر باقی نہیں رہیں گے۔ اس حدیث کے کہنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے اسلام قبول کیا اور اسلام سے قبل وہ عراق اور شام میں تجارت کے لئے سفر کیا کرتے تھے، اپنے سفر کے بند بھونے سے ڈر گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو

خوش کرنے کیلئے فرمایا کہ ان کی حکومت عنقریب عراق اور شام سے زائل ہو جائیگی۔
۲۔ دوسری بات کا بھی جواب آگیا۔ کیونکہ اشکال کی وجہ دراصل یہی ہے کہ قیصر سے مراد ایک خاندان میں سے اس کا ایک فرد ہے اور اس خاندان کی حکومت مدت تک رہی۔
جب قیصر سے ہم نے شام کا حاکم مرادیا تو اشکال رفع ہوگئی۔ حدیث کا شان و روبرو بھی اس کی تائید میں ہے جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔
(باقی آئندہ ان شاء اللہ)

بقیہ: اسلحہ سائنس

ہمارے معاشرہ میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ جو لوگ مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ سائنس دانوں کی لائن اختیار کرتے ہیں، وہ مسلمان ہونا اپنے لئے رحمت پسندی اور باعث عار سمجھتے ہیں۔ انکے اذہان ایک عجیب کشمکش میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ یہ بات کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ سائنسدان مذہب کا پابند نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ مذہب سائنس کے راستے میں روکاؤٹ نہیں اور خاص کر اسلام جو علم کا بحر ہے کراں ہے اور جس کے ماننے والوں نے دنیا کو سائنس سے روشناس کرایا، کیسے سائنس کی راہ میں حائل ہو سکتا ہے؟ درحقیقت ہمارے ہاں جو سب سے بڑی خامی ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ سائنس سے بہرہ ور ہیں، اسلامی تعلیمات سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ حالانکہ ہمارے مسلمان سائنسدان قرآن کے اسرار و رموز اور کنوز گراں مایہ کو حاصل کر لیں تو اسلام کی برتری اور صداقت دوبارہ پوری دنیا پر واضح ہو جائے۔ ہماری حکومت کو چاہیے کہ وہ سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ قرآنی علوم کو عام کرے اور اس کو حاصل کرنا لازمی قرار دے تاکہ ہمارا وہ مذہب جو مذاہب عالم پر فوقیت رکھتا ہے، اس کی صداقت مسلم ہو جائے۔
اگر آج کا مسلمان سائنسدان حالات حاضرہ کے تحت سائنس سے استفادہ کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے اور زندگی کی اس دوڑ کو جیتنے کے لئے ہر قسم کی چیز خود بنانے کے قابل ہو جائے تو مسلمان بھی چین، روس اور امریکہ سے پیچھے نہیں رہ سکتا۔